© rasailojaraid.com

شاہ ولی اللہؒ اور ان کی بعض علمی خصوصیات

(از مولانا سید ابوالنظر رضوی امروہوی)

ہمارے زمانہ کا سب سے بڑا نبض شناس، اجتماعی اور سیاسی نظریات کا پیغامبر، تمدنی تجددات اور معاشرتی انقلابات کا خضرِ راہ، ذہنی ارتقار کی رفتار "ملاءاعلیٰ" کی مرضیات، شریعت الٰہیہ کے اسرار و رموز کا واقف، عوالم اخروی کے حقائق کا شاہد عینی، اور ماحولی موثرات سے بالاتر پرواز کرسکنے والا شہیر علم و حکمت، اگر اسلام کی تاریخ میں کوئی مدعی تجدد واجتہاد پیدا ہوسکا ہے تو مجھے یہ کہنے دیجئے کہ شاید ہی کوئی شخصیت شاہ ولی اللہؒ دہلوی سے بازی لیجانے کی جرأت کرسکے۔ مرگ و زیست امم کا وہ کون سا پہلو اور وہ کون سا قانون ہے جس پر ہمارے مجدد، ہمارے مفکر اور ہمارے روحانی انسان نے روشنی نہیں ڈالی۔ اگر شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی علمی خصوصیات پر سیر حاصل بحث کرسکنے کی فرصت نصیب ہو تو ایک مستقل تصنیف کی جاسکتی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ ایسی ہی تصنیف علم وادراک کی تشنگی بجھاسکے گی۔ لیکن چونکہ کسی نہ کسی حد تک اس موضوع پر اپنے خیالات پیش کرنے پر مجبور ہوں اس لئے چند خصوصیات ہی پر اکتفا کروں گا اور یہ کوشش کرتے ہوئے کہ مختصر سے مختصر الفاظ میں ادا کرسکوں۔

دین فطرت اور اس کی تعبیرات

اگر آپ نے مولانا ابوالکلام کا "ترجمان القرآن" اور اس کا مقدمہ دیکھا ہے تو دینِ فطرت کے متعلق چند نکات ضرور آپ کے مطالعہ میں آئے ہونگے۔

(۱) دین فطرت[1] وہ ہی قانونِ حیات ہے جس پر آپ کائناتِ انسانی کو عمل کرتے ہوئے پاتے ہیں۔

[1] دینِ فطرت کی یہ آزاد تفسیر اگرچہ غلط نہیں مگر ایک "خطرناک تسامح" رکھتی ہے (باقی حاشیہ صفحہ ۶ پر ملاحظہ فرمائیں)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(۲) دینِ فطرت کی عمومیت گروہ بندی کو گوارا نہیں کرسکتی خواہ اس کا نام اسلام ہی کیوں نہ رکھ لیا جائے

(۳) دینِ فطرت[ل] کے محاسن کسی ایک مذہب کے اجارہ میں نہیں بلکہ ہر مذہب میں یکساں ہیں۔

(۴) شرع ومنہاج اور اس کے زائیدہ مخصوص فرائض ومحرمات کوئی بنیادی اہمیت نہیں رکھتے۔

ان نکات چہارگانہ میں جو "دشنہ[ل] پنہاں" ہے میں یہاں پر اسے غالب کی زبان میں "خنجر کھلا" نہیں بنانا چاہتا کیونکہ مستقل مضمون میں روشنی ڈالنے کا ارادہ ہے بلکہ صرف اتنا بتانا چاہتا ہوں کہ اس تمام سعی لاحاصل کے تار و پود جس کے لئے صدہا اوراق وقف کئے گئے۔ شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے چند سطور ہی میں بکھیر دیئے ہیں اور ایسی معجز بیانی کے ساتھ کہ خطابت کی وہ تمام سحر کاریاں جن سے مولانائے محترم نے دل ودماغ کو زخم خوردہ بنانے کی کوشش کی تھی شکست ہوکر رہ جاتی ہیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵) اور وہ یہ کہ اس طرح جزئیات کی تلاش کرکے کلیات بنانے کا دروازہ کھل جاتا ہے اور ہر شخص چونکہ جداگانہ نقطہ جداگانہ ماحول اور جداگانہ ذہنیت رکھتا ہے اس لئے نہ صرف اعمال بلکہ عقائد تک کی نوعیتوں میں بھی اتنی گوناگونی پیدا ہوجائے گی کہ عقیدہ وعمل کے لئے کسی پہلو کا تعین نہ کیا جاسکیگا اور اگر کیا جائے گا تو یہ اذعان ویقین نہیں پیدا ہوسکتا کہ اعمال وعقائد کی فلاں ہیئت خدا کی رضامندی کے لئے کشش رکھتی ہے اور جب یہ بنیاد ہی متزلزل ہوگی تو اخلاق انسانی کی تعمیر کیونکر استوار ہوسکے گی۔

[ل] یہاں ایک نکتہ قابل غور ہے قرآن یگانگتِ ادیان کا قائل ہونے کے باوجود اپنے پیش کردہ دین کو دینِ حق کے نام سے یاد کرتا ہے اس کے معنی سوائے اس کے اور کیا ہوسکتے ہیں کہ دوسرے ادیان ایک ہی اصل رکھنے کے باوجود باطل نظریات کو جذب کرچکے اور اس لئے انھیں حق نہیں کہا جاسکتا لہٰذا دین کی وحدت سے اس غلط فہمی میں مبتلا نہ ہونا چاہئے کہ ہر دین دینِ حق ہے اور متوازی حیثیت سے انجیل، وید، توریت وزبور کا دین ایک ہوتے ہوئے بھی یہ ضروری نہیں کہ باطل نہ قرار دیئے جاسکیں۔

[ل] خدا کے لئے مجھے کہنے دیجئے اور بغیر شخصی عظمت سے خوف زدہ کئے ہوئے کہ مولانا ابوالکلام کا ترجمہ بعض علمی اور ادبی محاسن رکھنے کے باوجود ایک ایسا علمی اور مذہبی خطرہ ہے کہ کوئی شخص بغیر عمیق ترین مطالعہ کے اس کی خطرناکی کا درست اندازہ نہیں کرسکتا۔ کیونکہ اس کے مغالطات، انسانی ذہن وفکر کے ان اضمحلالات پر استوار کئے گئے ہیں۔ جن سے ایک مرتبہ برکلے نے بھی "مبادیات علم انسانی" میں فائدہ اٹھایا تھا۔ ہر شخص گرفت نہیں کرسکتا۔

(ابوالنظر رضوی)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مولانا ابوالکلام نے فطرت کی تعریف نہ کر کے اور عام عاداتِ انسانی کو خضرِ راہ بنا کر ایک ایسی پیچیدگی پیدا کر دی تھی جو اگرچہ بظاہر بالکل سادہ تھی مگر بہت ہی پرکار۔ کردارِ انسانی کی نوعیت ہر ماحول، ہر سمت، ہر ساخت اور ہر ذہنی نشوونما کے تحت اتنی مختلف ہو جاتی ہے کہ ہرگز کوئی اساسی نظریہ فطرت کا درست ترین تصور قائم کرنے کے لئے نہیں بنایا جاسکتا۔ ایسی حالت میں یہ دعویٰ کوئی معنی نہیں رکھتا کہ فلاں مذہب دینِ فطرت ہے۔ جب فطرت ہی کا کوئی صحیح تعین نہیں ہو سکتا تو دینِ فطرت کی تخصیص کیونکر ہو سکیگی۔ یہی وجہ ہے کہ مولانا ابوالکلام خود اسلام اور دین ہی کی ایسی کشادہ تعریف کرنے پر مجبور ہوئے کہ ہر مذہب اس کے سایہ میں آجاتا ہے اور اس طرح اس قانونِ مذہبی کا ہر امتیاز مٹا دیا گیا جو قرآن، حدیث، فقہ، تفسیر اور مخصوص روحانی اعمال و عبادات کی بنیادوں پر استوار کیا گیا تھا۔

شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے ازالۃ الخفا[1] میں فطرت کے معنی "انسانی صورت نوعیہ کی ہیئت اعتدالیہ نفسانیہ" بتا کر اس گتھی کو سلجھا دیا۔ قوت بہیمیہ اور ملکیہ کے درمیان اعتدال قائم رکھنا ہی تقاضائے فطرت ہی اور اسلام زندگی کے ہر شعبہ میں اس ہی صراطِ مستقیم پر چلنے کی ہدایت کرتا ہے۔ اور اس ہدایت و رہنمائی میں کوئی مغالطہ اور کوئی جہل و تاریکی نہیں۔ کیونکہ اس تقسیم کا کوئی پہلو نامکمل انسانی تجربات کی کمزوریوں سے تردامن نہیں بلکہ بلاواسطہ وحی الٰہی کا پرتو ہے۔ لہٰذا ہمیں قرآن و حدیث سے باہر فطرت کے نازک پہلو تلاش کرنے کی ضرورت نہیں سب کچھ اس ہی میں ہے اور جو کچھ اس میں نہیں وہ فطرت کی غلط تعبیرات میں سے کوئی تعبیر ہوگی۔ دینِ حق، منہاج صحیح اور ملتِ بیضا وہی عبادات، معاملات اور محرمات ہیں جن کو شریعتِ اسلامیہ نے واضح کر دیا ہے ورنہ اس کے سوا ہر دین باطل ہے۔ چنانچہ البدور البازغہ[2] میں شاہ صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں۔

---

[1] ازالۃ الخفا ص ۲۵۸ - [2] البدور البازغہ ص ۱۹۱ -

© rasailojaraid.com

واعلم ان[1] رضاء الله تعالیٰ وامرہٗ	اس زمانہ میں خدا کی رضامندی اور اس کا قانونِ حیات
منحصرٌ فی ھذا الزمان فی	ملتِ حنفیہ (اسلام) کے سوا کسی دوسری جگہ اور دوسرے
الملۃ الحنفیۃ لا یتجاوزھا	مذہب سے حاصل نہیں کیا جاسکتا کیونکہ انسانیت کی
لانھا بنیت علی موافقۃ	بنیادوں پر ہی اُسے استوار کیا گیا ہے۔ اور مذہبِ اسلام
الصورۃ الانسانیۃ واستخراج	کے تمام علوم اور تمام حقائق و معارف انسانیت
المعارف والعلوم منھا۔	ہی کی کتاب سے اخذ کئے گئے ہیں۔

ممکن تھا کہ کوئی شخص ملتِ حنفیہ کی تعبیر بھی اسی ادبی انداز میں کرتا جسے مولانا ابوالکلام نے دینِ اسلام کے لئے جائز رکھا ہے اس لئے شاہ صاحبؒ نے اس دعوی سے پہلے تمہید ہی میں ملتِ حنفیہ کی ایسی جامع تعریف[2] کر دی جس میں کوئی دوسرا مذہب سوائے اسلام کے داخل نہیں ہو سکتا نہ صرف اتنا ہی کیا گیا بلکہ حجۃ اللہ البالغہ میں[3] ایسے قانونِ الٰہی کے نفاذ کا فلسفہ بتا سکنے کی غرض سے جو ہر دوسرے قانون اور ہر نئے دین کو منسوخ کرنیوالا ہو ایک مستقل باب بھی تحریر فرما دیا جس کے بعد کوئی اشتباہ باقی نہیں رہ سکتا۔

---

[1] نیک عمل اور رضائے الٰہی کے درمیان جو ناقابلِ فراموش ربط و نسبت ہے علامہ سید سلیمان ندوی (زید مجدہ) نے اس پر سیرۃ النبی جلد ششم میں سیر حاصل بحث فرمائی ہے جس کے بعد یہ کہہ سکنے کا حق سلب ہو جاتا ہے کہ ہر منسوخ شدہ مذہب کی پیروی عوالمِ اخروی میں بہترین نتائج لذت و سکون کی حامل ہو سکتی ہے۔

[2] ملتِ حنفیہ کی تعریف کرتے ہوئے شاہ صاحب نے تین چیزوں کو بنیادی اہمیت سپرد کی ہے۔ فطرتِ انسانی کا اقتضار اور اس کی خواہشیں خواہ علم، دولت، عزت عیش سے وابستہ ہوں یا دیگر ضروریات زندگی سے۔ مطلب یہ کہ لذت و نفع کی طبعی خواہشات کا لحاظ رکھنا ہر مذہب کا پہلا فرض ہے۔ دوسرے احکامِ الٰہی کی تعمیل، شعائر اللہ کا احترام اور انبیاء کے آداب و اخلاق کی پیروی۔ تیسرے پیہم تجربات سے جن چیزوں کا نقصان پہنچانا یقینیات میں داخل ہو گیا ہو ان کی حرمت کا فتویٰ دینا اور ان سے بچانا پھر اس تعریف کی بعض ضمنی دفعات بھی بتائی گئی ہیں جن میں تقریباً ہر وہ نکتہ آ گیا ہے جس کے مسلمان قائل ہیں مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور اسی منہاج کے سایہ میں جو شریعت اسلامی کے لئے مخصوص ہے اور ملتِ حنفیہ کے متوارث میں سے مثلاً دفن، کفن، نکاح، مہر و خطبہ کے ساتھ نسبی محرمات تک کی جزئیات کو ضروری قرار دے دیا ہے۔ ابوالنظر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہیں سے گروہ بندی کا جواز بھی ثابت ہوجاتا ہے حالانکہ مولانا ابوالکلام نے اس کو "گناہ" قرار دیا تھا۔ اور یہود و نصاریٰ کا اتباع۔ گروہ بندی کی اصطلاح دو معنی میں استعمال ہوسکتی ہے۔ ایک یہ کہ حق و صداقت کا ایک ایسا دائرہ تیار کرلیا جائے جس کے اندر کوئی شخص نسل و رنگ میں متحد نہ ہونے کی وجہ سے داخل نہ ہوسکتا ہو۔ جیسا کہ یہود و نصاریٰ کا عقیدہ تھا۔ دوسرے یہ کہ حق بعض مخصوص عقائد، اعمال اور عبادات میں محدود تو کر دیا جائے لیکن اس کا دروازہ ہر زندہ انسان کے لئے ہر لمحہ کشادہ رہے اور مساویانہ حیثیت سے نہ صرف یہ ہی بلکہ جو برہمن بھی اس مخصوص نظریہ پر ایمان لانے سے انکار کردے وہ دروازہ سے باہر بھی کردیا جائے پہلی صورت مسلمانوں سے منسوب نہیں کی جاسکتی اور دوسری قسم کی گروہ بندی کا شکست کرنا "جرأت رندانہ" سے کم نہیں ہوسکتا۔ جب حق ایک مخصوص دین اور ایک مخصوص عقیدہ اور ایک مخصوص لائحہ عمل میں محدود ہوگیا، تمام ادیان اس ایک دین کے مقابلہ پر منسوخ ہوگئے تو ہر دوسری راہ عمل کو غلط، گمراہ کن اور بے نتیجہ قرار دینا کس طرح ناموزوں ہوسکتا ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے حجۃ اللہ البالغہ اور ازالۃ الخفا دونوں میں اس چیز کا اقرار کیا ہے کہ دین ایک ہی ہے۔ شرع و منہاج میں اختلاف پیدا ہوگیا۔ مگر اس اختلاف کو اہمیت نہ دینا اور ہر دین کو دینِ الٰہی کا نام دے کر "مساوات مذہب" کا ادعا سنجیدہ تحقیق اور عمیق مطالعہ سے کوئی نسبت نہیں رکھتا۔ شاہ صاحب ازالۃ الخفا صفحہ ۲۵۹ پر تحریر فرماتے ہیں۔

> شریعتِ الٰہیہ ایک ہی ہے اور ناقابل تغیر۔ لیکن یہ ہوسکتا ہے کہ کسی زمانہ میں اس کی تعیین کردی جائے جیسے کہ ایک طبیب کوئی خاص نسخہ (یعنی مخصوص اجزا کے ساتھ) عمر، زمانہ اور آب و ہوا کا لحاظ رکھتے ہوئے تجویز کرتا ہے حالانکہ بعض اعتبارات سے دوسری ادویہ کا بھی انتخاب کیا جاسکتا تھا اس ہی کا دوسرا نام شرع و منہاج ہے۔ قرآن کہتا ہے

> شرع واحد است تغیر و تبدل را راہ نیست لیکن قابل آں است کہ بموضع خاص مقید کنند مانند آں کہ طبیب برائے صحت آں آدمی نسخہ خاص بعد ملاحظہ سن و فصل و بلد معین می نماید از میان چندیں محتملات و ایں را

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شرعۃ ومنہاج گویند لکل جعلنا ۔ تم میں سے ہر گروہ کے لئے ہم نے حسب حال الگ
منکم شرعۃ ومنہاجاً۔ الگ شرع ومنہاج بنائی ہے۔

اس اجمال کی اگر آپ تفصیل دیکھنا چاہتے ہوں تو حجۃ اللہ البالغہ کا باب ۵۶ صفحہ ۸۸ دیکھئے جس میں شاہ صاحب نے بتایا ہے کہ اصل دین کے ہر زمانہ میں ایک ہی ہونے کے باوجود شریعت ومنہاج کا اختلاف کیوں ہوا یا باب ۵۷ دیکھئے جس میں ہر زمانہ کو جدید شریعت سپرد کرنے کا فلسفہ بتایا گیا ہے یا وہ باب ۵۸ دیکھئے جس میں شریعت ومنہاج کے خلاف کرنے والے پر مواخذہ کا سبب بیان کیا گیا ہے۔ افسوس ہے کہ فرصت تفصیلی بحث کی اجازت نہیں دیتی۔ اس لئے اس سلسلہ میں "باب اسباب المواخذۃ علی المنہاج" کا صرف ایک فقرہ نقل کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔

واللہ یعلم ان القوم لا یستطیعون — خدا جانتا ہے کہ کوئی جماعت دین پر اس وقت تک
العمل بالدین الا بتلک الشرائع — عمل نہیں کر سکتی جب تک کہ ایک مخصوص قانون یا
والمناھج ویعلم ان ھذہ الاوضاع — شریعت پیش نہ کی جائے اور یہ بھی جانتا ہے کہ یہ
ھی اللتی یلیق ان یکون علیھم۔ — ہی مخصوص ہیئات اعمال وعبادات کی اس قابل ہیں
فتندرج فی عنایتہ الحق — کہ قوم پر فرض کردی جائیں تاکہ قوم ہمیشہ خدا کی
بالقوم ازلاً۔ — نوازشات میں گم رہ سکے۔

اب آپ خود فیصلہ کر لیجئے کہ ترجمان القرآن کے سلسلہ میں شاہ صاحب کی کیا رائے ہے یہ ہی وہ حقیقت رسی اور علمی خصوصیت ہے جس کو میں پیش کرسکنے پر فخر کرتا ہوں۔

مجرد حقائق اور ان کی جسمانیت

مجدد الف ثانی ؒ نے بعض لطائف انسانیہ کے مادی شکل قبول کرسکنے پر ایک ہلکی سی روشنی ضرور ڈالی ہے لیکن شاہ ولی اللہ صاحب ہی نے اس مسئلہ کو علمی بلند پایگی کی ہر عظمت سے سیر کی۔ جن حقائق کے مادی یا روحانی ہونے کے متعلق آج تک اختلاف چلا آتا تھا انھیں اس انداز

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کردیا کہ دونوں گروہ مطمئن ہوسکتے ہیں۔ یہاں اس مسئلہ کے ہر پہلو پر بحث نہیں کر سکتا اس لئے صرف چند حقائق بطور تمثیل پیش کرتا ہوں۔

جلوۂ طور کے متعلق عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ حضرت موسیٰ کو طور پر خدا شعلہ اور آگ کی صورت میں نظر آیا حالانکہ خدا کا شعلہ کی مادیت جذب کرلینا ایک عجیب سی بات معلوم ہوتی ہے چنانچہ میں نے بھی اپنے ایک شعر میں یہ ہی سوال پیدا کیا تھا اور شاید دنیائے شعریت میں پہلی مرتبہ یہ آواز بلند کی تھی کہ

حسنِ ازل تھا، شعلۂ ہستی نما، مگر
جلووں کو کس نے طور کے قابل بنا دیا (ابوالنظر رضوی اختر)

شاہ صاحب نے جواب دیتے ہوئے بتا دیا کہ کوہ طور پر جو کچھ نظر آیا وہ خدا نہ تھا بلکہ عالم مثال کی ایک قوت تھی جو نہ مجرد کہی جا سکتی ہے نہ محسوس اور جسمانی۔ اور جس میں یہ قابلیت ہے کہ نور، رنگ اور شکل کا عکس قبول کرکے اس ہی بھیس میں دنیا کے سامنے آسکے۔ مثالی اجسام کی حقیقت بتاتے ہوئے تفہیمات الٰہیہ صفحہ ۱۲۳ پر فرماتے ہیں۔

وبالجملہ فاذا ارتبطت القوۃ الکلیۃ المثالیہ بشئ من اجزاء الارض والسماء یکون هنالك حالۃ مترددۃ بین الناسوت والمثال فیظهر فی الناسوت صبغ ولون ووضع وشکل ومقدار غیرانہ لایقبل الخرق والانفکاك مادامت تلك النظرۃ باقیۃ من ذلك نار موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام وفی	خلاصہ یہ کہ جب عالم مثال کی روحانی قوت زمین و آسمان کی کسی چیز سے وابستہ ہوجاتی ہے تو اُس چیز میں جسمانی اور روحانی دونوں پہلو پیدا ہوجاتے ہیں اور وہ اس کائنات مادی میں جسمانیت کی تمام خصوصیات مثلاً رنگ، وضع، شکل اور مقدار جذب کرلیتی ہے۔ سوائے اس خصوصیت کے کہ اس کا گریبان چاک نہیں کیا جا سکتا۔ جب تک کہ قوت مثالیہ کی وہ "نگاہ کرم" اسے باقی رکھنا چاہتی ہو۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

الحديث ان الجنة والنار ظهرتا على النبي صلى الله عليه وسلم بينه وبين جدار القبلة فاحس بروح الجنة وسموم النار۔

جلوۂ طور کا راز یہی تھا اور اس فرمان نبوی کا بھی جس میں بتایا گیا ہے کہ میں نے جنت اور دوزخ کو قبلہ کی دیواروں کے درمیان دیکھا جنت کی تازگی اور دوزخ کے گرم تھپیڑوں کا احساس کرتے ہوئے۔

اس ہی طرح معراج کے متعلق بھی حجۃ اللہ البالغہ صفحہ ۳۸۷ پر اپنی علمی تحقیق پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

وكل ذلك بجسده صلى الله عليه وسلم في اليقظة ولكن ذالك في موطن هو برزخ بين المثال والشهادة جامع لاحكامهما فظهر على الجسد احكام الروح وتمثل الروح والمعاني الروحية اجسادا ولذلك بان لكل واقعة من تلك الوقائع تعبيرا۔ وقد ظهر لحزقيل وموسى وغيرهم عليهم السلام نحو من تلك الوقائع وكذلك لاولياء الامة ليكونوا على درجاتهم عند الله كما لهم في الرؤيا۔

مسجد اقصیٰ اور وہاں سے سدرۃ المنتہیٰ تک جانا جاگتے میں جسم نبوی کے لئے پیش آیا۔ لیکن یہ سب کچھ ایک ایسے مقام پر ہوا کہ جسے عالم مثال اور کائنات مادی کا برزخ کہہ سکتے ہیں کیونکہ وہاں دونوں پہلو پائے جاتے تھے۔ جسم میں روح کی لطافت آگئی اور حقائق روحانیہ مجردہ میں جسم کا انداز پیدا ہو گیا۔ اس ہی سے معراج کے ہر واقعہ کا حقیقی مفہوم ظاہر ہو جاتا ہے۔" حضرت حزقیل و حضرت موسیٰ کو بھی معراج سے مشابہ واقعات پیش آئے تھے اور دیگر اولیائے کرام کو بھی تاکہ جس طرح عالم خواب میں روحانی مدارج کے اندر اضافہ ہوتا تھا بیداری میں بھی ہو سکے۔

لیکن صرف اس حد تک بیان کرنے سے معراج کا عقدہ حل نہیں ہوتا تھا۔ اس لئے تفہیمات الٰہیہ جلد ثانی صفحہ ۱۶۴ پر اس مسئلہ کو واضح تر کر دیا گیا۔ فرماتے ہیں۔

سر المعراج اعلم ان رسول الله

معراج کا راز اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

صلی اللہ علیہ وسلم تجسدت	صلی اللہ علیہ وسلم کے انسانی کمالات نے ان کے پاک بدن
کمالاتہ الانسانیۃ علی ھیئۃ بدنہ المطھر	کی صورت اختیار کرلی تھی اور ان کے حیوانی کمالات
وتجسدت کمالاتہ الحیوانیۃ علی ھیئۃ	نے براق کی۔ خدا نے اپنی اس نعمت کو مکمل کرنے کیلئے
البراق واتم اللہ علیہ نعمتہ فجعلہ	اسکو ایک ایسے مستقل نظام میں تبدیل کردیا جو آسمان سے
من النظام المرتب النازل من السماء	زمین کی طرف نازل کیا جارہا ہو۔ اور ادھر رسول اللہ
الی الارض وحصل لہ صلی اللہ	صلی اللہ علیہ وسلم میں آسمانی فرشتوں سے مناسبت
علیہ وسلم مناسبۃ مع الملائکۃ	تامہ پیدا کردی جس کی بدولت ان میں تمام روحانی
السماویۃ فادی حق المناسبۃ	حقائق تک رسائی حاصل کرنے کی استعداد پیدا ہوگئی
واسری الیھم۔	اور وہ ان تک پہنچ سکے۔

اتمام نعمت اور نظامِ مرتب کا شاید باہمی ربط پوری طرح ذہن نشین نہ ہوسکا ہو اس لئے اتنا عرض کرنے کی اجازت چاہتا ہوں کہ شاہ صاحب کا مدعا یہ ہے کہ جو کچھ پیش آیا وہ تخئیل کا فریب نہ تھا اور حقیقت میں تفاوت صرف نظم وعدم نظم سے پیدا ہوتا ہے۔ توہمات بھی صدہا اشکال آنکھوں کے سامنے لاتے ہیں اور کائنات مادی کے حقائق بھی۔ لیکن ان دونوں میں فرق محض اس ہی پہلو سے کیا جاسکتا ہے کہ ایک مستقل نظم و نسق کے امتیاز سے تہی دامن ہے اور دوسرا بہرہ اندوز۔ اس ہی اعتبار سے معراج بھی ایک مستقل حقیقت تھی جسے کوئی شخص حتی کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم بھی انسانی قوتوں کے ذریعہ تخیلی رجحانات کو تبدیل کرکے گھٹا نہیں سکتے تھے قرآن نے بھی معراج کو حقیقت ثابت کرنے کے لئے یہ ہی پہلو اختیار کیا ہے۔ "جو کچھ رسول اللہ ؐ نے جاتے ہوئے دیکھا تھا وہ ہی واپس ہوتے ہوئے دیکھا" توہمی تخئیل میں اس پہلو کا کوئی امکان نہیں۔ تفہیمات الہیہ کی جلد اول صفحہ ۱۶۴ پر شاہ صاحب نے یہ بھی بتادیا ہے کہ حشر اجساد بھی معراج ہی کے انداز پر ہوگا۔ یعنی عالم ناسوت (مادی) اور عالم مثال دونوں کا پہلو لئے ہوئے شاہ صاحب نے اس "برزخِ ہستی" کو متعدد مقامات پر دلائل کر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سمجھایا اور اس سے ایسے نکات حل کیے ہیں جن میں آج تک علماء الجھے ہوئے تھے مثلاً موت کے بعد کیا ہوتا ہے؟ ہر فلسفی اور ہر عالم نے اس پر روشنی ڈالی ہے مگر میں دعوی کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ کوئی حل شاہ صاحب سے بہتر نفسیاتی طمانیت کا باعث نہیں ہو سکتا۔ افسوس ہے کہ میرا موضوع ان تفصیلات کو گوارہ نہیں کر سکتا۔ یہ "نظریۂ موت اور قرآن" کے مضمون میں پیش کر سکوں گا۔ بہر حال کمالات کے جسمانی شکل اختیار کر سکنے سے جس حد تک علمی مسائل کو حل کرنے میں شاہ صاحب نے کام لیا ہے شاید ہی کسی دوسرے شخص نے لیا ہوگا۔

جرأتِ علمی | علمی جرأت کوئی ایسی چیز نہیں جس کا ثبوت ہمارے اکابر پچھلی صدیوں میں نہ دے چکے ہوں۔ لیکن اس سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ جن حضرات کی روحانی اہمیت دنیائے اسلام نے متفقہ حیثیت سے تسلیم کر لی ہے ان کی طبعی اور غیر طبعی کمزوریوں پر پردہ ڈالنے کی بھی ہر اس شخص نے کوشش کی ہے جس کو محقق اور بے باک محقق یقین کیا جا سکتا تھا۔ اور اس کوشش کا دائرہ اس حد تک ان ہی حضرات کے ہاتھوں وسیع کر دیا گیا تھا کہ ہر معمولی سی معمولی تاویل بھی بہترین دلائل میں شمار کر لی گئی۔ یہ "حسن ظن" نے علمی جرأت کو یہاں تک مجروح کر دیا کہ حق و باطل کا فیصلہ کرنے کے لئے دلائل کا جو معیار، وزن اور پایہ مقرر تھا وہ بھی ٹھکرا دیا گیا اور ایک حق پرست کے لئے حق گوئی کا ہر دروازہ بند کر دیا گیا۔ تاریخی حقائق کے سایہ میں سچی سے سچی تنقید بھی توہین اور تنقیص کی فہرست میں درج کر دی گئی اور اس طرح شخصی عظمت کے احساس و تاثر نے ہر علمی جرأت کو پامال کر دیا۔ لیکن اس کے برعکس حضرت شاہ صاحب کا حال یہ ہے کہ اظہار حقیقت کی راہ میں وہ برملا کہنے سے کبھی نہیں جھجکتے۔ چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو شاہ صاحب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وصی، علم نبوت و ولایت کا خازن و حامل یقین کرتے ہیں۔ لیکن ساتھ ہی سیاسی امور میں وہ ان کو حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما جیسا مدبر تسلیم نہیں کرتے۔ فرماتے ہیں۔

ونحن نعلن بان علیاً رضی اللہ عنہ — میں ببانگ دہل یہ کہہ دینا چاہتا ہوں کہ حضرت علیؓ

مع انہ من ورثۃ ہذا الفضل العظیم — باوجود اس کے کہ اس فضل عظیم (حفظ و تلقین اور ارشاد)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایضاً لو کان مکان الشیخین	کے وارث تھے لیکن اگر حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کے زمانہ
لما فتحت البلاد و لما شاع	میں ان کی بجائے ہوتے تو نہ فتوحات کا طوفان
الاسلام [1]	اٹھ سکتا نہ اسلام کی اشاعت ہو سکتی۔

لیکن یہاں ایک شبہ کو صاف کر دینا چاہتا ہوں تاکہ کوئی بدگمانی نہ پیدا ہو۔ شاہ صاحب نے اس راز کو کہ حضرت علیؓ کیوں کامیاب نہ ہوسکے کئی جگہ تحریر فرمایا ہے۔ تفہیمات الٰہیہ [2] میں تحریر فرماتے ہیں۔

والوصی لیس یجب ان یکون خلیفۃ	وصی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے یہ ضروری
فی الارض لانہ خازن علومہ	نہیں کہ زمین کی خلافت اسے دی جائے کیونکہ وہ
والداعی لامتہ لیس لہ الا	علوم الٰہیہ کا امانت دار اور پیغمبر کی امت کو خدا کی
ذالک۔	طرف بلانے والا ہوتا ہے اور کچھ نہیں۔

دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں۔

ومنہا انی رأیت ارواح اھل البیت	ان ہی شاہدات و محسوسات میں سے یہ ہے کہ میں نے حظیرۃ
فی حظیرۃ القدس باتم وجہ	القدس میں اہل بیت کی ارواح کو بہت اچھی جگہ اور
واجمل وضع علمت ان منکرھم	بہترین صورت میں دیکھا اور مجھے اندازہ ہوگیا کہ ان کی
والمشاجن لھم فی خطر عظیم لکن	عظمت سے انکار کرنیوالا اور ان کو برا کہنے والا سخت
وجوھھم منصرفۃ الی الباطن و	خطرہ میں ہے لیکن ان کے چہرے باطن کی طرف ہیں
الخلافۃ لا یستتب [3] الا لمن کان	اور استحکام خلافت اس ہی کو نصیب ہو سکتا ہے جس کا
وجھہ منصرفاً الی الظاھر	چہرہ ظاہر کی طرف ہو (یعنی جس کی استعدادات کائنات
فبھذا السبب طلبوا الخلافۃ	مادی کو تابندہ اور مسخر کر سکتی ہوں) اس ہی وجہ سے جب

[1] الخیر الکثیر خزانہ سابعہ صفحہ ۹۰۔ [2] تفہیمات الٰہیہ جلد ۲ ص ۱۳۲۔ [3] استتب ۔ الامر استقام واستمر۔ المنجد ص ۳۹

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ومانا زعہا علی وجہہا و	کبھی اہل بیت نے خلافت حاصل کرنا چاہی وہ پوری
کذلک کل من لہ رسوخ قدم	طرح کامیاب نہ ہو سکے۔ ایسے ہی جس شخص کی توجہات
فی حظیرۃ القدس۔	بھی تمام تر حظیرۃ القدس کی طرف ہی متوجہ ہونگی وہ
(تفہیمات ج ا ص ۱۰۷)	عملی دنیا میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔

اس سے آپ کو اندازہ ہو گیا ہوگا کہ شاہ صاحب حضرت علیؓ کی نسبت ایک ایسی مستقل حقیقت کو پیش کرنا چاہتے ہیں جسے حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھی حضرت حسینؓ سے بہت عرصہ پہلے کہہ چکے تھے اور جو ان کے ذہن نشین نہ ہو سکی تھی۔ شاہ صاحب حضرت علیؓ کو فاتح وخاتم ولایت، عالم وزاہد اور بہترین سپاہی یقین کرتے ہیں مگر بہترین جنرل تسلیم نہیں کرتے۔ ہو سکتا ہے کہ ایک انسان علمی استعداد رکھتا ہو لیکن اس میں عملی شرارے نہ ہوں۔ یہ فطری استعداد پر موقوف ہے اور استعداد مصالح الٰہیہ کی زائیدہ۔ اس لئے نہ استعداد سے زیادہ کی توقع کرنا چاہئے اور نہ کم پر شکایت۔ خود شاہ صاحب ہی دوسرے مقام پر فرماتے ہیں۔

ہر کسے را حضرت حق تبارک و تعالیٰ بر ہیئتے	خدا نے ہر شخص کو ایک مخصوص فطرت دی ہے۔ فطری
مجبول گردانیدہ صفائی فطرت آں شخص بجز	استعدادات کا ارتقاء صرف اس ہی طرح ہو سکتا
ازیں نیست کہ بر ہمان ہیئت باقی ماند۔	ہے کہ فطری استعدادات سے ہی کام لیا جاتا رہے
. . . . ور ہما بہ ذکاء و دقت ذہن	. . . کبھی ذکاوت، باریک بینی، فطرت کا
موصوف باشد و کمال وے رسوخ	خمیر ہوتی ہے۔ ایسے شخص کا کمال یہی ہے کہ علم و
فی العلم باشد و کذلک کان علی رضی اللہ	علمیات میں بہترین ملکہ حاصل کرے جیسے کہ حضرت
عنہ۔ . . . وبالجملہ تبدیل در	علیؓ تھے۔ . . . . . خلاصہ یہ کہ پیدائشی محاسن
خلق اللہ محال است و کمال ہر کسے	وقبائح کو تبدیل کر دینا بالکل ناممکن ہے۔ ہر شخص اپنی
بر وفق جبلت او تواند بود و غالباً	فطرت کے سایہ ہی میں ترقی کر سکتا ہے۔ شاید جو لوگ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نایابیٔ طالبان بہ سبب آں است	اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوتے اس کی وجہ یہی
کہ مجبول بہ صفتے باشند و کمال خود را	ہوگی کہ وہ پیدا تو کئے گئے تھے ایک مخصوص استعداد
در صفت دیگر طلبند و ایں محال	کے تحت اور انھوں نے ترقی حاصل کرنا چاہی دوسری
است ۔	استعداد میں اور یہ چیز ناممکن تھی ۔

اس سے زیادہ غالباً روشنی ڈالنے کی ضرورت نہ ہوگی اس لئے اتنے ہی پر اکتفا کرتا ہوں ۔ اور ذمہ دارانہ طور پر یہ باور کراتے ہوئے کہ جرأت علمی کے عنوان میں جو کچھ نظریے گذرا ہوگا چاہے میرے ہی الفاظ میں ادا ہوا ہو لیکن شاہ صاحب ہی کے ضمیر کی آواز ہے ۔

قیامت اور ذات محض

علمائے اسلام کے نزدیک یہ ایک طے شدہ حقیقت ہے کہ قیامت کے دن ساری دنیا یکسر فنا ہو جائے گی ۔ کائنات کا صرف نظام ہی منتشر نہ ہوگا ۔ بلکہ عدم محض ہر مادی ذرہ پر اس طرح چھا جائے گا "کہ سب کچھ کے بعد کچھ بھی نہ رہیگا" مجھے اس نظریہ سے ہمیشہ اختلاف رہا ۔ میں اپنی کم مائیگی کے باوجود جہاں تک قرآن کا مطالعہ کر سکا اس کے لحاظ سے کہہ سکتا ہوں کہ قرآن کا یہ دعویٰ ہرگز نہیں لیکن شاید چند ہی محققین اسلام کی ہزار سالہ تاریخ میں ایسے گذرے ہوں جنھوں نے اس غلط اور یکسر غلط نظریہ کی تردید کے لئے زبان و قلم کو جنبش دی ہو ۔ شاہ صاحب جو اجتہاد و تجدید کی بہترین استعداد رکھتے تھے اس غیر علمی نظریہ کو برداشت نہ کر سکے اور ایک ضمنی بحث میں بتا دیا کہ

فیستعد العالم	ساری کائنات ایک ایسے زبردست حادثہ کے لئے تیار ہو جائے گی جس
لواقعۃ عظیمۃ	کا تعلق فضا سے ہوگا (یعنی کواکب کا باہمی تصادم جو سیارگان کی غلط رفتار
من وقائع الجوّ	سے ہوگا) اور جس سے تمام انسان، حیوانات اور پہاڑ فنا ہو جائیں گے اور
فتھلک البشر	ہر عنصر اپنے مرکز کی طرف واپس ہو جائے گا (ترکیب عنصری باقی نہ رہیگی)
والمولید و یعود	پھر ایک نامعلوم زمانہ کے بعد فضا سے بارش ہوگی (رطوبات کیمیا وی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کل عنصر لمحلہ ثم یجی مطرہ   اور غازات) اور معتدل ہوائیں چلنا شروع ہوں گی (وہ لطیف عنصر

اعتدال ھواء وینفخ فی   جو غازات کو پھیلا سکتا ہو) جس سے زمین میں دوبارہ تازگی نشوونما اور

الارض نباتھا فتقوم   جوانی کی روح پیدا ہونے لگے گی اور جو لوگ مر گئے تھے ان کے جڑتو ہائے

انفس ماتت سلہ   حیات حرکت کرنے لگیں گے حتیٰ کہ دوبارہ کائناتِ انسانی زندہ ہو جائیگی

شاہ صاحب نے اس مفہوم کو کئی جگہ انداز ہائے بیان میں ادا فرمایا ہے۔ ایک جگہ ہے۔

تجئ القیامۃ محتاجۃ لنظام العالم   نظام عالم کو فنا کرنے اور اس کی ترتیب و تناسب

ومفسدۃ لترتیبھا سلہ   کو خراب کرنے کے لئے قیامت آجائے گی۔

کائناتِ ارضی میں دوبارہ نشوونما کی استعداد اور حیات انسانی میں پچھلے خط و خال نمایاں ہونے کے اسباب وعلل ایک جگہ بایں الفاظ بیان فرماتے ہیں۔

بہ سبب بعض الاسباب المعدۃ   قانون تعمیر و تخریب کے بعض ایسے اسباب وعلل

من الکون والفساد سلہ   کے تحت جو استعدادات کو بیدار کر سکتے ہیں۔

ان سب عبارات سے شاہ صاحب کا یہ ہی نظریہ معلوم ہوتا ہے کہ کائنات یکسر اور ہر اعتبار سے فنا نہیں ہوگی بلکہ اس کا نظم و نسق تباہ ہو جائے گا۔ کتابِ الٰہی نے بھی ہر جگہ اس ہی طبعیاتی نظریہ کی تائید کی ہے کہیں اجرام سماوی کو " وردۃ کالدھان " (سرخ تلچھٹ) بتاتے ہوئے اور کہیں پہاڑوں کو " ھباءً منبثاً (ذراتِ پریشان) یا کثیباً مھیلا " (پگھلا ہوا تانبہ) کا انداز سپرد کرتے ہوئے اور یہ ہی وہ نظریہ ہے جس تک ہمارے علماء میں سے بہت کم حضرات پہنچ سکے ہیں۔

لیکن دیانتداری کا تقاضا یہ ہے کہ شاہ صاحب کے اس علمی نہیں بلکہ وجدانی نکتہ کو بھی پیش کر دیا جائے جس کا علم نہ زمین کو دیا گیا نہ آسمان کو یعنی کائنات مادی کا ہر اعتبار سے ایک لمحہ کے لئے یکسر فنا ہو جانا

سلہ تفہیمات الہیہ ج ۱ ص ۶۱۔ سلہ الخیر الکثیر ص ۱۱۲۔ سلہ ایضاً ص ۵۵۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

چنانچہ شاہ صاحب فرماتے ہیں ۔

ثم یوشك ان یسری الفساد فی جمیع اعضائہ فیضمحل الجمیع ولا یبقی الا العرش والماء والریح العدم یخفقہا خفقاً بعد خفقٍ بالعرش بعرشیتہ والماء بمائیتہ معدوم فی کل آنٍ باقٍ بحسب الامر الواجب الذی ہما من ظلالہ فلا یبقی حینئذٍ لا عنصر ولا سماء ولا خیال ولا ادراکۃ فیکون مملکۃ الوجود شاغرۃ ثم بعد آنٍ واحد من الخلو التام۔ یبدأ الرحمن بجودہ فیخلق سماءً وارضاً کالذین کانا فحساب ہذہ الدورۃ مما یمتنع من الانسان بل الملك ایضاً ولیس احادیث الدورۃ السابعۃ مذکورۃ ولا مرموزۃ الیہما لا فی

پھر بہت جلد کائنات کے تمام پہلوؤں میں تخریبی قوتیں پیوست ہوجائیں گی یہانتک کہ اپنی ترکیبی شکل میں عرش، پانی اور ہوا کے سوا کچھ نہ رہیگا اور ان دونوں کو بھی فنا کی بادِ سموم رفتہ رفتہ مٹاتی رہیگی۔ نہ عرش میں عرش کی کوئی خصوصیت رہیگی نہ پانی میں پانی کی ہر اس لمحہ میں جو آج تک اس قانون الٰہی کے مطابق جس کا عرش اور پانی ایک سایہ تھے باقی رہ گیا تھا عدم کا راستہ ہی ہموار ہوتا چلا جائیگا۔ نہ کوئی عنصر باقی رہیگا نہ آسمان، نہ قوتِ متخیلہ، نہ قوتِ عقلیہ غرضکہ ہستی کی محفل میں کوئی شمع نہ رہے گی پھر بالکل کچھ نہ رہنے کے ایک ہی لمحہ بعد رحمتِ وجودی اپنی نوازش سے کائنات کو اس ہی رنگ میں دوبارہ پیدا کردے گی جیسے کہ وہ یکسر فنا ہونے سے پہلے تھی۔ اس زمانہ فنائیت کا اندازمان حقائق میں سے ایک ہے جن کا علم انسان کو نہیں ہوسکتا، نہ عقول فلکی یا ملائکہ کو اس زمانہ کی باتیں معلوم نہ صاف صاف کہیں لکھی ہوئی ہیں نہ اشارہ و کنایہ ہیں، نہ آسمان پر، نہ زمین پر، نہ قوت متخیلہ کی پرواز وہاں تک ہوسکتی ہے، نہ عقل کی، نہ کوئی ایسی بان ہر

© rasailojaraid.com

السماء ولا فی الارض لا فی خیال ولا فی دراکۃ ولا لسان یعبر عنہ ولا جنان یخطر فیہ انما اضمحللنا نحن فی الرحمان ففہمنا فہمنا بھذا السر۔ ؎[1]

جو ان رازہائے دروں پردہ کو بتا سکے، نہ کوئی ایسا دل ہے جس میں اس چیز کا خطرہ تک پیدا ہو سکے۔ پس چونکہ میں اسم رحمٰن (جو تمام فعلیات الٰہیہ کو احاطہ کئے ہوئے ہے) کی نوریات میں گم ہو گیا تھا (گویا کہ اس ہی نور کا ایک برق پارہ ہوں) اس لئے کچھ تھوڑی سی بات اس راز کی انتہائی گہرائی سمجھ میں آئی

یہ نکتہ چونکہ انسانی ادراکات و علوم سے دور تر ہے اس لئے اگرچہ ہمارے موضوع سے کوئی تعلق نہیں رکھتا لیکن اگر پھر بھی اسے تسلیم کر لیا جائے تو ہمارے علماء کے نظریہ کو اس سے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا کیونکہ ان کے نزدیک قیامت کے روز ہی سب کچھ فنا ہو جائے گا اور ایک لمحہ نہیں بلکہ کروڑوں سال کے لئے تا آنکہ حشر برپا ہو اور پھر دوبارہ زندگی کائنات کے ہر رگ و ریشہ میں دوڑنے لگے اور شاہ صاحبؒ کے نزدیک فنائیت اگر طاری بھی ہوئی تو قیامت سے کروڑوں سال بعد اور بہت ہی آہستہ آہستہ ہو گی اور وہ بھی صرف ایک لمحہ کے لئے۔

یہاں شاید ایک علمی تائید کا تذکرہ خالی از فائدہ نہ ہو گا۔ شاہ صاحب کا نظریہ جو قرآن و حدیث کے نظریات ہی کا پرتو ہے۔ دوبارہ زندگی کا آغاز فضائی مؤثرات کے ذریعہ بتاتا ہے۔ مغربی محققین اگرچہ ابھی تک کسی آخری فیصلہ تک نہیں پہنچ سکے لیکن ڈاکٹر ارہینیوس جو یورپ کا ایک ممتاز کیمسٹ ہے۔ مبدء حیات کو فضا ہی سے وابستہ سمجھتا ہے۔ تعجب ہے کہ ہمارے زمانہ کا وہ مجدد جو آج سے تقریباً تین سو برس پیشتر کی تحقیقات سے آشنا تھا اور جس حدیث پر اس نظریہ کی بنیاد قائم کی جا سکتی ہے اس کو بھی "ان صح" سے زیادہ وقعت نہیں دیتا پھر بھی اتنی نازک تحقیق تک رسائی حاصل کر سکا۔ جس سے بلند تر پرواز کر سکنا آج بھی ماہرین کیمیا کے لئے ناممکن ہے۔ کتاب الٰہی نے دوبارہ زندگی کو بارش سے روئیدگی سبزہ کے ذریعہ ضرور سمجھایا ہے مگر اس کو

---

[1] تفہیمات الٰہیہ ج ۱ ص ۴۶

© rasailojaraid.com

ایک علمی تحقیق کا مرتبہ دینا شاہ ولی اللہ جیسے مجدد کی ہمتِ علمی ہی کے لئے ممکن تھا ورنہ کون ہے جو قرآن کے ایک ادبی انداز کو علم کیمیا کا بہترین نظریہ قرار دینے کی جرأت کرسکے۔ شاید آپ کو یہ سن کر تعجب ہوگا کہ وہ قیامت جس کے شور سے فضا گونج رہی ہے اس کا فلم شاہ صاحب مکاشفہ نہیں بلکہ احساسِ باطنی کی حد تک دیکھ چکے ہیں کسی صاحب نے دریافت کیا تھا کہ ھل تعلم بالوجدان متی تفنی الافلاک؟ کیا آپ وجدان اور احساس باطنی کے ذریعہ جانتے ہیں کہ نظامِ فلکی کب تباہ ہوگا۔ جواب میں شاہ صاحب کہتے ہیں۔

قلت نعم اعلم ذلک اجمالاً اولا	میرا جواب یہ ہے کہ ہاں میں تھوڑا بہت جانتا ہوں
اعلم تفصیلا کمثل من رای رؤیا و	سب کچھ نہیں جیسے کسی نے خواب دیکھا ہو اور بھول
نسیھا فاذارای التعبیر تذکرمانسی و	گیا ہو۔ لیکن جب خواب کی تعبیر اس کے سامنے آجائے
بالجملۃ اذا فنی الحساب الذی یتوسل الیہ	تو جو کچھ بھول گیا تھا وہ بھی یاد آجاتا ہے خلاصہ یہ
اھل الارض باستدلالھم وفنی الحساب	کہ وہ قانون حیات جس سے زمین پر رہنے والے فائدہ
الذی اودع فی جبلۃ الافلاک جاءت	اٹھاتے ہیں اور وہ تناسب و نظام جو آسمان کی
القیامۃ العظمیٰ ففنی الافلاک و	فطرت میں ودیعت کردیا گیا ہے باقی نہ رہیگا تو سب
العناصر جمیعھا۔ اما ھذہ الداھیۃ	سے بڑی قیامت برپا ہوجائے گی اور افلاک وعناصر
الکبری التی سوف تجئی بعد ثلاث	سب کے سب فنا ہوجائیں گے۔ یہ سخت مصیبت
مائۃ واربع مائۃ من یومنا ھذا فانما	جو بہت جلد یعنی آج کے دن سے تین سو چار سو برس
یکون الانفطار ھنالک بالغمام ؎۱ ؎۲	بعد آنے والی ہے اس کی شکستگی و ریختگی بادل کی شکل میں ہوگی۔

؎۱ قرآن کے اس نظریہ غمامی کا مدعا یہ معلوم ہوتا ہے کہ ساری کائنات شکست وریخت کے بعد لطیف بخارات جن کے اندر رقیق غازات میں تبدیل ہوسکنے کی استعداد باقی رہیگی۔ ایک طویل ترین زمانہ کے بعد یہ فضائی بخارات، رقیق غازات (گیس) میں تبدیل ہوکر دوبارہ زندگی کی نشو ونما کرسکیں گے اور غازات کو حیات اندوزی اس طرح تخریب کو تعمیری ارتقاء کی بلندیوں تک پہنچا سکے گی۔ ابوالنظر رضوی۔ ؎۲ تفہیمات ج ۱ ص ۱۶۲

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اگر یہاں تک پہنچ کر میں ایک پہلو کو روشنی میں لانے سے گریز کروں تو شاید اپنے ناقدانہ فرض کو انجام دینے سے قاصر رہوں گا۔ شاہ صاحبؒ کے وجدانی مشاہدات سے انکار نہ کرتے ہوئے ضروری ہے کہ علم و مکاشفہ کی حدود الگ الگ محسوس کر لی جائیں تاکہ کوئی مغالطہ سنگِ راہ نہ ہو سکے۔ شاہ صاحبؒ کا یہ خیال کہ قیامت تین سو چار سو برس کے بعد آجائے گی اور اس کا نتیجہ ساری کائنات کو لطیف غازات (گیسز) یا بادل کی شکل میں تبدیل کر دینے پر ختم ہوگا۔ وجدان و مکاشفہ سے کوئی تعلق نہیں رکھتا بلکہ اس کی بنیاد چند احادیث پر ہے اور ان کے مفروضہ مطالب پر کائنات کا لطیف غازات میں تبدیل ہو جانا تو عقل و سائنس سے بھی قریب ترین نسبت رکھتا ہے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ تصادم اور سخت ترین تصادم کا نتیجہ اس کے سوا کچھ نکل ہی نہیں سکتا۔ اس لئے انکار یا شبہ کی گنجائش ہی پیدا نہیں ہوتی۔ لیکن پندرہویں صدی میں قیامت آجانے کا جو قیاس علما نے ایک حدیث سے قائم کیا ہے وہ پذیرائی کا مستحق نہیں۔ آج تک جبکہ پندرہویں صدی کے آغاز میں کچھ زیادہ دیر باقی نہیں رہی ہے لیکن نہ صرف دجال، امام مہدی اور حضرت عیسیٰؑ کا علماء کے نقطۂ نظر سے کوئی نام و نشان نہیں پایا جاتا بلکہ اس سے بھی پہلے جن تاریخی واقعات کا سامنے آنا ضروری ہے وہ بھی آج تک منزلوں دور معلوم ہوتے ہیں۔ حالانکہ حضرت عیسیٰؑ کی کامیابیوں کے بعد بھی ایک وسیع اور عام تاریک دور کا آنا لازمی ہے تاکہ قیامت برپا کرنے کے لئے ایک "معقول وجہ" ہاتھ آسکے۔

علما نے حقیقت یہ ہے کہ ان مسائل پر جن کا تعلق حیات مادی اور روحانی سے کچھ نہ تھا بہت ہی کم غور کیا ہے اور ترغیب و ترہیب یا فضائل و مناقب کی احادیث کو جس طرح بڑی حد تک جرح و قدح سے بے نیاز کر دیا گیا تھا ایسے ہی قیامت کی تاریخ اور اس سے وابستہ واقعات بتانے والی احادیث کو بھی سطحی نظر سے دیکھ کر چھوڑ دیا گیا۔ شاہ صاحبؒ نے بھی ایسے غیر ضروری مسائل میں ان ہی کا اتباع کیا ہے۔ اور شاہ صاحب نے ہی نہیں بلکہ مجدد الف ثانیؒ نے بھی باوجود مکاشفہ کے ذریعہ کائنات کا تمام گذشتہ فلم دیکھ لینے اور یہ پتہ چلا لینے کے کہ ایک ہی حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے تھے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس مسئلہ پر کہ دنیا کی پیدائش کو آٹھ ہزار سال سے زیادہ نہیں گذرے، غور نہیں فرمایا اور یہودی یا دوسرے قدیم محققین کے غلط قیاسی نظریہ کی ترجمانی پر اکتفا کرنے میں حرج محسوس نہیں کیا۔ کیونکہ معاش و معاد سے اس مسئلہ کا کوئی تعلق نہ تھا۔ بنا بریں آپ کو ہمارے مجدد سے "سوء ظن" پیدا کرنے کی کوئی وجہ نہیں یہ ایک ایسی جائز کمزوری ہے کہ کوئی شخص اس سے بالاتر پرواز کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ علمی غور و فکر کے بعد بھی اگر ایک شخص غلط راستہ اختیار کرتا ہے تو اس کی دماغی صلاحیت پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا ورنہ سطحی نگاہ سے دیکھتے ہوئے گذر جانا گناہ نہیں۔ زندگی کے ہر ذرہ پر انسانیت کا کوئی ستارہ روشنی نہیں ڈال سکتا۔

(باقی آئندہ)

رہنمائے قرآن

"تالیف نواب سر نظامت جنگ بہادر۔ صداقت قرآنی اور تعلیماتِ اسلامی کی معقولیت و حقانیت پر یہ دلپذیر کتاب نواب صاحب موصوف نے انگریزی میں تصنیف فرمائی تھی۔ ڈاکٹر میر ولی الدین صاحب ایم اے۔ پی۔ ایچ ڈی لندن بیرسٹرایٹ لا، پروفیسر جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن نے اس کو اردو میں منتقل فرمایا ہے۔ اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کی صداقت کو سمجھنے کے لئے اپنے انداز کی یہ بالکل جدید کتاب ہے جو خاص طور پر غیر مسلم یورپین اور انگریزی تعلیم یافتہ اصحاب کے لئے لکھی گئی ہے جو حضرات قرآن، وحی، نبوت جیسے مسئلوں کو یورپ کے طریقِ خطاب میں سمجھنا چاہتے ہیں یہ کتاب ان کے لئے عجیب و غریب معلومات بہم پہنچاتی ہے۔ اس کتاب میں اسلام کے بنیادی مسئلوں کی روح کو نہایت ہی حکیمانہ اور فلسفیانہ انداز میں پیش کیا گیا ہے اسی کے ساتھ سادگی اور کمالِ لطافت کا دامن بھی ہاتھ سے نہیں چھوٹا

کتابت و طباعت نہایت اعلیٰ قیمت صرف ۶ر

مکتبۂ برہان دہلی۔ قرولباغ

© rasailojaraid.com